امام احمد رضا کا درسِ ادب

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Uwaysi Books
Uwaysi Library

www.faizahmedowaisi.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اِنتساب"

فقیر اپنی اس حقیر سی تحریر کو شہزادہ خاندانِ رُشد و ہدایت، تاجدارِ ولایت، شہزادہ اعلیٰ حضرت، سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کرتا ہے جو ساری زندگی دنیائے اسلام کو اپنے والد ماجد کی طرح درسِ ادب دیتے رہے۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

☆☆☆☆☆

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ

أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"تقدیم"

"مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد"

حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی دام عنایتہم اپنی علمی نگارشات کے حوالے سے علمائے اہل سنت میں نہایت ممتاز ہیں۔ پیشِ نظر رسالہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے جس کو مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے مرتب کیا ہے اور برادرم محمد مقصود حسین قادری اویسی زیدہ مجدہ چھوارہے ہیں مولا تعالیٰ دونوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اس رسالے میں عاشقِ رسول امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ ادب کی مختلف جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ادب رسولِ اکرم ﷺ کا ادب، بیت اللہ کا ادب، مسجد کا ادب، شریعت کا ادب مدینہ منورہ کا ادب، صحابہ کرام، سادات کا ادب، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب بزرگوں کا ادب وغیرہ وغیرہ۔

سچی بات یہ ہے کہ زندگی میں ادب ہی سب کچھ ہے انسان کی پہچان بھی اس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم ﷺ کو ادب سکھایا اور آپ ﷺ کا ادب ہمیں سکھایا، پھر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو ادب سکھایا اور ادب کا یہ سلسلہ چلا کہ چلتا چلا گیا اور دل والوں نے ادب کا لطف اُٹھایا۔ حقیقت میں جو شریعت کے دائرے میں ہے سراسر ادب ہے اور جو دائرے کے باہر ہے وہ ادب نہیں۔ الحمد للہ ہمارے پاس ایک معیار ادب ہے۔ ادب کا محبت سے گہرا تعلق ہے جتنی قوی محبت ہو گی اتنا ہی محبت کا احساس بھی قوی ہو گا۔ بے ادب کا احساس خوابیدہ (سویا ہوا) و مردہ ہو جاتا ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ)

امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے "سورہ الم نشرح" کی تفسیر میں جب نامِ نامی اسم محمد ﷺ لینا چاہا تو ادب کا یہ عالم نظر آیا کہ القاب و آداب کے دریا بہنے لگے بڑے سائز کے سات صفحات کے بعد نام نامی لیا تو پھر بھی یہ فرمایا:

دربندِ آں مَباش کہ مَضموں نہ ماندہ است صَد سال می تواں سخن اززُلفِ یار گفت[1]

یعنی اس خیال میں نہ رہنا کہ مضمون ختم ہو گیا میں اگر چاہوں تو سو سال تک زلفِ یار کی باتیں کرتا رہوں۔

یہ صفحات کے القاب و آداب جب راقم نے لکھنا شروع کئے تو ۶۴ عام کتابی صفحات پر آئے۔ اللہ اکبر! جو ایک رسالہ کی صورت میں بعنوان "عشق ہی عشق" (کراچی ۱۹۹۶ء) شائع کئے یہ سب ادب کے مظاہر ہیں۔

مسلم معاشرے کی اخلاقی ترقی کا دار و مدار ہی ادب پر ہے۔ ادب ہے تو ضعیف بھی قوی ہے، ادب نہیں تو قوی بھی ضعیف ہے، صحابہ کرام کی عظمت اسی ادب میں پنہاں (چھپا ہوا) ہے، مسلم معاشرے میں مسلمانوں پر جو کفر کے فتوے لگے اس کا تعلق بھی ادب ہی سے ہے، ادب کو علم کے پیمانوں سے پرکھا جانے لگا۔ یہ تو محبت کے پیمانے سے پرکھا جاتا ہے۔ اس لئے نورِ مجسم، رحمتِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کے بہت گستاخوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔ ہم ذات کا ادب نہیں کر سکتے اور وہ حضرات آثار کا بھی ادب کرتے تھے اور یہ ادب قرآن کریم سے ہی سیکھا تھا۔ جس میں تابوتِ سکینہ، مقام حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پیراہنِ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا ذکر جمیل ہے۔ حیف (افسوس)!

واعظین کا انداز خطابت یہ ہو گیا "رسول نے کہا"، صدیق نے کہا، عمر نے کہا، عثمان نے کہا علی نے کہا (ﷺ ورضی اللہ تعالی عنہم)۔ محبت کامل ہو تو اس طرح محبوب کا نام لینے سے بھی لرزتا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب محبوب کریم ﷺ کی احادیث کا ادب، آثار کا ادب، نشانیوں کا ادب اور پسندیدہ چیزوں کا ادب کیا جاتا تھا۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی جُریر کو کھڑے کھڑے حدیث شریف کے متعلق سوال کرنے پر قید کا حکم دیا اور ہشام بن غازی کو کھڑے کھڑے حدیث شریف دریافت کرنے پر بیس کوڑوں کی سزا دی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے اس ٹوپی کے لئے سخت جنگ کی جس میں موئے مبارک (حضور ﷺ) رکھا ہوا تھا اور وہ دشمن کے علاقے میں گر گئی تھی، حضرت خداش رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بطور تبرک وہ پیالہ محفوظ تھا جس میں حضور اکرم ﷺ نے پانی پیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ خاص اُن کے ہاں جا کر اُس پیالے میں زم زم شریف پیا کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ کی خستہ اور خجستہ چارپائی حضرت عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ تعالی عنہ نے ہدیۃً چار ہزار درہم میں لی، غازی احمد بن فضلویہ نے کبھی بغیر وضو کمان کو ہاتھ نہ لگایا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے کمان استعمال فرمائی تھی۔ یہ ساری باتیں علامہ مفتی محمد امین نقشبندی نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہیں۔ یہ محبت و ادب کی باتیں ہیں عقل سے سمجھ نہیں آئیں گی۔

مغربی طاقتیں اب کی معاشی قوت سے آگاہ ہیں اس لئے وہ ادب چھین رہی ہیں اور بے ادبی دے رہی ہیں، گویا زندگی چھین رہی ہیں موت دے رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل بنجر ہو رہے ہیں، دلوں میں محبت کے پھولوں کہلا رہے ہیں، نفرتوں اور عداوتوں کے خار پھل پھول رہے ہیں اس وقت مسلم جوانوں بلکہ بوڑھوں کو بھی ادب کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ تاکہ ملت اسلامیہ میں جو ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اتحاد و اتفاق سے بدل جائے پھر وہی سازگار فضا نظر آئے جو ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ مولی تعالی ہم کو باادب بنائے ادب ہی میں زندگی کی بہار ہے، ادب ہی زندگی کا جمال ہے، ادب ہی زندگی کا نکھار ہے، ادب ہی زندگی کی روشنی ہے، ادب ہی زندگی ہے۔ آمین اللھم آمین

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء بروز اتوار

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

---

[1] (الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح از مولانا نقی علی خان رحمۃ الرضوان، ص 11، رضوی کتاب گھر، دہلی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ

أَمَّا بَعْدُ فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"اظہارِ خیال"

"علامہ جمیل احمد نعیمی"

ادب کا لفظ اردو زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ہمارا روئے سخن (اشارہ) جس ادب کی طرف ہے وہ قرآن کریم اور حدیث رسولِ کریم ﷺ میں تکریم و تعظیم اور عزت و احترام کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس وقت کے احقر کے پیش نظر فاضل جلیل، عالم نبیل، شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا جو مختصر سا رسالہ بعنوان "اِمام احمد رضا کا درسِ اَدب" بظاہر یہ رسالہ مختصر ہے مگر معانی اور مفاہیم کے لحاظ سے بڑا اہم رسالہ ہے۔

دنیا کے حکمرانوں کی حکومت و سلطنت کے قوانین اور اُن کے ادب و احترام کے جو تقاضے ہوتے ہیں اُن کو ان کے جیسے انسان ہی بناتے اور ترتیب دیتے ہیں لیکن بارگاہِ نبوت و رسالت کے ادب و احترام کے قانون کو خالقِ کائنات نے ترتیب دے کر تمام بنی نوع انسان کو بالعموم اور اہل ایمان کو بالخصوص یہ بتایا کہ میرے پیارے محبوب، سرور کائنات اور وجہ تخلیق کائنات ﷺ کی بارگاہ عظمت پناہ وہ دربار گوہر بار ہے کہ جس کا ادب و احترام میں بتا رہا ہوں اور یہ بتا دیتا ہوں کہ میرے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں ادنی سی گستاخی اور بے ادبی بھی تمہارے اعمال ہی نہیں بلکہ تمہارے ایمان کو بھی ختم کر دے گی۔

اس موضوع پر قرآن عظیم کی مختلف آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔ صفحات کی تنگ دامنی کے سبب کوئی طویل مضمون اس موضوع پر تحریر نہیں کیا جا سکتا جہاں تک مجدد دین و ملت، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی محبت اور حضور اکرم ﷺ کے ادب و احترام کا معاملہ ہے اس کا تو اقرار و اعتراف یگانوں نے نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اس عُجالَہ نافعہ (نفع بخش) تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ احقر اس سلسلہ میں علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب کی کاوش کے ساتھ عزیز محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری زید مجدہ اور انکے شریکِ سفر برادرم محمد مقصود حسین قادری اویسی زید مجدہ کو بھی دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ان حضرات کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیب الامین ﷺ

جمیل احمد نعیمی عفی عنہ

ناظم تعلیمات: دار العلوم نعیمیہ، دستگیر فیڈرل بی ایریا، کراچی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، ۴ مارچ ۲۰۰۲ء بروز پیر

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ

مشہور مقولہ ہے: "اَلْاَدَابُ الْاِسْلَامُ کُلُّہٗ" یعنی اسلام سارے کا سارا ادب ہی ہے۔

گویا جس میں ادب نہیں اُس میں اسلام نہیں ایسے ہی جس کے پاس جتنا ادب ہوگا اتنا ہی اس کے پاس اسلام ہوگا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدسرہ کا اوڑھنا بچھونا ادب ہی ادب ہے۔ بچپن سے لے کر وصال تک ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اس کا اعتراف آپ کے دشمنوں کو بھی تھا۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاء[2]

فقیر اس مقالہ میں آپ کے حالات زندگی سے چند اقتباسات (منتخب حوالے) اور آپ کی تحریر کے چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیات سرتاپا (سر سے پاؤں تک) ادب اور عشق سے تعبیر تھی۔

آدابِ الٰہی: ترجمہ تسمیہ: "اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

اس میں سبق دیا کہ ابتداء اللہ ہی کے نام سے ہو اور یہی مقصودِ انسان ہے دوسرے مترجمین کا حال سب کو معلوم ہے۔

اعدادِ تسمیہ: بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں اور عام طور پر لوگ پہلے ۷، پھر ۸ اور ۶ لکھتے ہیں لیکن امام احمد اور رضا پہلے ۶، پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے گویا اعداد کو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے تاکہ بسم اللہ شریف کو الٹا لکھنے کی گستاخی کا ارتکاب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو میاں نہ کہو: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ، اللہ رب العزت کے اسم مقدس کے ساتھ لفظ "میاں" کا استعمال ناجائز قرار دیتے تھے۔ کیونکہ میاں خاوند کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میاں صاحب، میاں جی بزرگ و معزز آدمی کو بھی کہا جاتا ہے اور میاں ایک ذات بھی ہے اس لئے اہل سنت کی تمام مستند کُتُب و فقہ میں اس لفظ کے استعمال کی ممانعت ہمراہ اسم گرامی رب ذوالجلال (اللہ کے نام کے ساتھ) ناجائز قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ "اللہ کریم، اللہ رب العزت، اللہ جل شانہ اور دیگر صفاتی ناموں کا استعمال کرنا چاہیے۔

ہمارے ہاں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "میاں" بولا اور لکھا جانے لگا ہے اور گھروں میں چھوٹے بچوں کو یہی پڑھایا جاتا ہے۔ مگر ایسے الفاظ جو عام لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوں اللہ کریم کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے لکھے بلکہ خود کو علماء کہلوانے والے بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ٹھٹھا مَخَول سے منزّہ ہے: قرآن مجید میں جہاں بھی اِسْتِهْزَاءْ کی آیات مبارکہ وارد ہیں اکثر مترجمین اللہ تعالیٰ کے مَخَول (ٹھٹھا) و دیگر بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ادب کو مد نظر رکھ کر ترجمہ کیا اللہ ان سے " اِسْتِهْزَاءْ" فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ مکر اور چال سے مُنَزّہ ہے: قرآن مجید میں جہاں لفظِ مکر کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے امام احمد رضا قدس سرہ نے، "خفیہ تدبیر" کا معنی کیا ہے اور دوسرے مترجمین کی بے ادبی گستاخی سب کو معلوم ہے۔

---

[2]) فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔ (س رضا)

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی: جن آیات سے معتزلہ نے علمِ الٰہی کے متعلق ٹھوکر کھائی ان آیات کا ترجمہ دوسرے مترجمین نے وہی کر ڈالا جس سے معتزلہ کی تائید اور علمِ الٰہی کی تنقیص (کمی) اور تحقیر (بے حرمتی) کا پہلو نکلتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایسے طریقہ سے ترجمہ کیا کہ معتزلہ کی تردید اور اہل سنت کے مذہب کی تائید اور علمِ الٰہی کی تحسین کا پہلو نمایاں ہے۔ فقیر صرف بطورِ نمونہ مختصر اشارے لکھ دیتے ہیں۔ (تفصیل "محاسن کنزالایمان" میں پڑھیئے۔)

اُلُوْھِیَتْ کی بلند شان: اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کنزالایمان میں اللہ رب العزت کی طرف سے نبوی خطاب کے لئے لفظ "تم" استعمال کیا ہے یہ اللہ کی ذات کا ادب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ اعلیٰ کا خطاب اپنے سے کم مرتبہ کو "تم" کے لفظ سے ہوتا ہے اور لفظ آپ ادنیٰ، اعلیٰ کو کہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرقِ رتبہ کے پیش نظر "تم" لکھا ہے دوسرے لوگوں نے "آپ" لکھا ہے۔ انہیں فرقِ رتبہ کا خیال و تصور نہ رہا آج بھی لوگ اس پر حیران ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے "آپ" کیوں نہیں استعمال فرمایا۔

امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام: حضور اکرم ﷺ کے ادب و عشق کی علامت اپنے دور میں امام احمد رضا بریلوی ہی تھے۔ سب سے پہلے فقیر آپ کے مخالفین کی تصریحات پیش کرتا ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے اپنے مقالہ میں بیان کیا کہ

> "میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور یہ مولوی صاحب ان مولوی ادریس کاندھلوی) کا تکیہ کلام تھا۔ مولانا احمد رضا محدث بریلوی کی بخشش انہی فتوؤں کے سبب ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں! تمہیں ہمارے رسول (ﷺ) سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی معاف نہیں کیا تم نے سوچا کہ انہوں نے توہینِ رسول کی تو اُن پر بھی تم نے کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔"

مولوی اشرف علی تھانوی جو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے حریف سمجھے جاتے تھے وہ بھی آپ کے وصال کا سن کر کہہ اُٹھے کہ

> "مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوئی اس لئے لگائے کہ اُنہیں یقین تھا کہ میں نے توہینِ رسول ﷺ کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔" [3] (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت از مولانا کوثر نیازی، مطبوعہ کراچی)

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی صاحب جن کو مخالفین نے صرف اور صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی تردید کے لئے رسائل لکھوانے اور چھپوانے پر مقرر کر رکھا تھا وہ بھی اپنے رسالے "اشد العذاب" میں اشرف علی تھانوی کے حوالے سے یہی قول نقل کرتے ہیں۔ [4]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا اپنا دعویٰ: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیغمبر اسلام کی تعلیم سے اتنی محبت تھی کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کرے تو وہ دیکھے گا کہ، ایک پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ﷺ

(سالنامہ معارف رضا، شارہ ۱۹۸۳ء، مطبوعہ کراچی)

---

[3] (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت از مولانا کوثر نیازی، ص 19، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، گلشنِ رضا، جانباز چوک، خان پورہ، بارہمولہ، کشمیر)

[4] (اشد العذاب علی مسیلمہ الپنجاب از مرتضیٰ حسن دیوبندی، ص 12، مطبع مجتبائی جدید دہلی)

یادِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ میں اِستِغْرَاق: امام احمد رضا قدس سرہ نے ساری زندگی کوئی بھی صبح ایسی آغاز نہ کی جو نامِ الٰہی سے شروع نہ ہوتی ہو اور کسی بھی دن کی آخری تحریر درود شریف کے سوا کسی اور لفظ پر ختم نہیں فرمائی۔ سب سے آخری تحریر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ یوم جمعۃ المبارک کو وصال سے چند لمحے پیشتر سپردِ قلم کی وہ یہ تھی: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ أَجْمَعِینَ (معارف رضا ۱۹۸۶ء، مطبوعہ کراچی)

سیّدِ عالم ﷺ کے اسمِ گرامی کا احترام: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مسلک یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے اسمِ گرامی کی کتابت میں بھی درود و سلام کا وہی اہتمام ہونا چاہیے جو زبان سے ادائیگی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "صلعم" لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے۔ یہ بلا عوام تو عوام چودھویں صدی کے بڑے بڑے اکابر و فُحُوْل (مقتدر آدمی وجید علما) کہلانے والوں میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی "صلعم" لکھتا ہے یا کوئی "صللم" کوئی فقط "ص" کوئی علیہ الصلوۃ والسلام کے بدلے "عم" یا "ع"، "م"۔ ایک ذرہ سیاہی یا انگلی بھر کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بد نصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالی علیہ حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: فتاوی تاتار خانیہ سے منقول ہے:

مَنْ کَتَبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْھَمْزَۃِ وَالْمِیْمِ یَکْفُرُ لِاَنَّہٗ تَخْفِیفٌ وَ تَخْفِیفُ الْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ بِلَا شَکٍّ الخ [5]

یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شانِ انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں۔

کہ اگر معاذ اللہ قصداً (جان بوجھ کر) استخفافِ شان (شان میں کمی) ہو تو قطعاً کفر ہے۔ حکمِ مذکورہ اسی صورت کے لئے ہے یہ لوگ صرف کَسَلْ، کاہلی، نادانی، جاہلی سے ایسا کرتے ہیں تو اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی، بیدولتی کم بختی زبوں قسمتی میں شک نہیں۔ قلم بھی ایک زبان ہے صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی "صلعم" لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوں ہی کچھ "الم، غلم" بکنا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِینَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِي قِیلَ لَھُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَی الَّذِینَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا کَانُوا یَفْسُقُونَ، (پ۱، سورہ البقرہ، آیت ۵۹)

ترجمہ: تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے کی بے حکمی کا۔

قُولُوا حِطَّۃٌ **ترجمہ:** یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے۔

انہوں نے کہا "حِطَّۃٌ" یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت کے الٰہی کا ذکر تھا یہاں حکم یہ ہوا ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیمًا (پارہ ۲۳، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۲)

ترجمہ: اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَبَداً

---

[5] (حاشیہ الطحطاوي علی الدر المختار ، مقدمة الكتاب ، 1/ 6، مطبوعہ دار المعرفة بیروت بحوالہ فتاوی رضویہ، کتاب الصلوۃ، 6/220تا225، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور یہ حکم، وجو باًخواہ استحباباً ہر نامِ اقدس (وجوبی و مستحب طور پر اسم محمد ﷺ) سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔ تحریر میں اس کی بجاآوری نام اقدس کے صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر ص، ع، م کر لیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا، کیا اس پر نُزولِ عذاب کا خوف نہیں کرتے؟ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

یہ تو محلِ درود ہے جس کی عظمت اس حد پر ہے کہ اس کی شخصیت میں پہلو کفر موجود، اس سے اتر کر صحابہ واولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ "رض" لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ باعثِ محرومی بتایا۔ سید علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

وَیُکْرَہُ الرَّمْزُ بِالصَّلٰوۃِ وَالتَّرَضِّی بِالْکِتَابَۃِ بَلْ یَکْتُبُ ذٰلِکَ کُلَّہٗ بِکَمَالِہٖ [6]

یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ "ص" وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ "رض" لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: وَمَنْ أَغْفَلَ هٰذَا حُرِمَ خَيْرًا عَظِيمًا وَفَوَّتَ فَضْلًا جَسِيمًا [7]

یعنی جو اس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا فضل اس سے فوت ہوا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی

یوں ہی قدس سرہ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ "ق" یا "رح" لکھنا حماقت و حرمانِ برکت (برکت سے محروی) ہے ایسی باتوں سے اِحتراز (بچنا) کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ توفیقِ خیر عطا فرمائے آمین۔ [8] (فتاوی افریقہ، از امام احمد رضا قدس سرہ)

نوٹ: فقیر اویسی کا اس موضوع پر مستقل رسالہ بعنوان "کراہتِ صلعم" ہے۔

آدابِ حدیث پاک: ہم جس طرح اسلاف صالحین سے آدابِ حدیث شریف کے متعلق پڑھتے سنتے آرہے ہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہ سے اس کی تفسیر کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(۱) آپ درسِ حدیث بحالتِ قیام دیا کرتے۔ (۲) احادیث کریمہ بغیر وضو کے نہ چھوتے اور نہ پڑھایا کرتے۔ (۳) کُتبِ احادیث پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔ (۴) احادیث کی ترجمانی فرماتے ہوئے کوئی شخص درمیانِ حدیث اگر بات کاٹنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت ناراض ہوتے یہاں تک کہ جوش سے چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا۔ (۵) حدیث پڑھاتے وقت دوسرے پاؤں کو زانو پر رکھ کر بیٹھ جانے کو ناپسند فرماتے کہ یہ بُت پرستی کا طریقہ ہے ویسے عام طور پر بھی ایسے بیٹھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا سینہ عشق رسالت ﷺ کی سرشاریوں سے لبریز تھا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے نگاہیں شاد باد ہوتیں یا درس حدیث دیتے تو اس کے وقت اُن کی وارنگی (محبت) کا عالم دیدنی (دیکھنے کے قابل) ہوتا اور فیضانِ محمدی ﷺ کی موسلا دھار بارش میں اُن کا سارا وجود بھیگ جاتا۔ دلوں کے اطمینان اور یقین واذعان (فرمانبرداری) کی دولت سے سرفراز ہونے کے لئے، میں آنے والے اس محسوس واقعہ کو سب سے بڑی شہادت قرار دیتا ہوں۔

---

[6] (حاشیہ الطحطاوي على الدر المختار ، مقدمة الكتاب ، 1/ 6، مطبوعہ دار المعرفة بيروت بحوالہ فتاوی رضویہ، کتاب الصلوۃ، 6/220تا225، رضا فاونڈیشن لاہور)

[7] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، فصل يستحب لكاتب الحديث اذا مر بذكر الله، 1/ 39، دار إحياء التراث العربي ، بيروت)

[8] (السنیۃ الحنیفۃ فی فتاوی افریقہ للامام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص48، مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد، 2004ء)

مفتی غلام سرور قادری رقمطراز ہیں: جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہام محقق اہل سنت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا کہ عارف باللہ، امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حدیث پڑھا رہے تھے۔

فرماتے تھے: مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضور اکرم ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آپ ﷺ کی زیارت شریف کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔[9]

نوٹ: یونہی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بریلی جانا ہوا تو مذکورہ بالا کیفیت سے بھی بڑھ کر احوال بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل فقیر کی تصنیف "تَحْقِیْقُ الْاَکَابِرِ فِیْ قَدَمِ الشَّیْخِ عَبْدِالْقَادِرِ" میں ہے۔

احترامِ ساداتِ کرام: صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے سادات پر دل و جان سے فدا تھے۔ آپ اپنے منظوم شجرہ عالیہ قادریہ میں فرماتے ہیں کہ

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

اس موضوع پر حضرت سید صابر حسین شاہ صاحب قادری مدظلہ نے احترام سادات اور امام احمد رضا میں بہترین مواد جمع فرمائے ہیں۔ فقیر چند واقعات پیش کرتا ہے۔

احترامِ اولادِ سادات: عاشقِ رسول ﷺ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سادات کرام کے احترام میں کبھی بھی سن و سال، قد و قامت، عالم و جاہل، امیر و غریب، نیک و بد، بچہ و بوڑھا کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک نہ فرمایا، بلکہ ہمیشہ رشتہ خون کا لحاظ رکھتے ہوئے سید زادے کے ساتھ نیاز مندی کا رویہ روا رکھا۔ اولادِ سادات سے آپ کی محبت و عقیدت اور احترام قابل رشک ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ سید کے لڑکے سے جو شاگرد ہو یا ملازم دینی یا دنیوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب میں فرماتے ہیں ذلیل خدمت، اس سے لینا جائز نہیں نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز ہے جس خدمت میں ذلت نہیں، اس پر ملازم رکھ سکتا ہے۔ بہر حال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف، شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز (پرہیز) کرے۔

اسی طرح کسی شخص نے پوچھا سید کے لڑکے کو اس کا استاد مار سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا بھی جواب محبِ سادات امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ہی بصیرت افروز عنایت فرمایا ملاحظہ فرمائیے:

قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یہ کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔ لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔ تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے: **تابہ معلم چہ رسد**[10] (ملفوظات از مولانا مصطفیٰ رضا خاں)

---

9) (الشاہ امام احمد رضا از مفتی غلام سرور، ص 103، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال)

10) ترجمہ: جب شاگرد کا یہ حال ہے تو استاد کا کیا حال ہوگا۔ (س رضا)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، سید زادے کو سزا دینا، ص 396، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

جناب سید ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری (خادم) کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں، کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔ [11]

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین رضوی، جلد اول، صفحہ ۱۰۲)

پیغمبر اسلام ﷺ سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنی محبت تھی کہ وہ تمام سیدوں اور ان کی اولاد کی بے انتہاء عزت کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ عید کے دن سب سے پہلے ایک سید کا ہاتھ چوم کر مبارک باد پیش کرتے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے خاندان والے مولود کی محفلوں میں سیدوں کو دوہرا حصہ دیا کرتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۲۹۳)

اور یہ اثرات آپ کے خاندان میں تاحال موجود ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے محبت کرنے والے اسی طریقہ کار کے قائل و عامل (پیروی کرنے والے) ہیں۔

احترامِ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ: بچپن سے بارگاہ قادریت کا ادب ملحوظ رہا۔ چھ برس کی عمر میں معلوم ہو گیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے اس وقت سے تا زندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلایا۔ سمت قبلہ کا احترام تو آدابِ شرع میں داخل ہے۔ مگر سمتِ مرشد کا ادب بارگاہ عشق کا حصہ ہے، اس لئے اعلیٰ حضرت نے فتوی کی زبان میں لکھا کہ جانب شمال، پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں۔ [12] ہاں اگر اس خیال سے احتراز (پرہیز) ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجد اقصی قبلہ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے۔ (فتاوی رضویہ)

سگِ غوث امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ: آپ عموماً خطوط لکھتے یا تحریر ختم کرنے میں اپنے نام سے پہلے سگ درگاہ قادریہ وغیرہ لکھتے۔ ایک خط میں آپ نے حضرت مولانا انوار اللہ مرحوم کو لکھا سلام مسنون کے بعد یہ سگ بارگاہِ بیکس مقامِ قادریت الخ۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔

(معارف رضا، کراچی ۱۹۹۳ء)

نوٹ: غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ سے عقیدت کا مفصل ذکر فقیر کی "شرح حدائق بخشش" کا مطالعہ کیجئے۔

گیارھویں کی شیرنی: مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ فرماتے ہیں: امام احمد رضا خان بریلوی نے مجھے کارِ فتاویٰ (فتاویٰ لکھنے کے کام) پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی (مٹھائی) منگوائی، اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحۂ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے، لیکن حیرت بالائے حیرت (بہت زیادہ تعجب) یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں (سمٹ کر بیٹھنے کی ایک خاص ہیئت) بیٹھ گئے۔

سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، دیکھا تو یہ کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرّہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرّے کو نوکِ زبان سے اُٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے۔ یہ واقعہ رزق کی تعظیم کے ساتھ ساتھ بارگاہِ غوثیت کے اعزاز کا بھی پتا دیتا ہے۔ اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں، یہ آپ کے جدّ امجد سرکارِ غوثیت کا صدقہ ہے، وہ مجھے خاموش کر دینے

---

[11] (حیاتِ اعلیٰ حضرت [مکمل] از ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ، تعظیم و اکرامِ سادات، 113/1، اکبر بک سیلز، لاہور، فروری 2014ء)

[12] (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، قُطب (ستارے) کی طرف پاؤں کرنا کیسا؟، ص 235، مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

کے لیے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرمندہ کرنا مقصود تھا، بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت غوثِ پاک کے ہاتھ میں "چوں قلم در دست" (جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے) کاتب تھے۔ (معارف رضا، کراچی ۱۹۹۰ء)

نوٹ: اس واقعہ پر تبصرہ و تحقیق مزید فقیر کے رسالہ "برکاتِ گیارہویں شریف" کا مطالعہ فرمائیے۔

آدابِ مدینہ پاک: امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

مدینہ کی گلیوں کا ادب: اس گلی کا گداہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

طیبہ کی آرزو اہل دل کے لئے ہمیشہ سرمایہ عشق و محبت رہی ہے۔ کوئے حبیب تک پہنچنے کے لئے عُشّاق نے جو جتن (محنت) کئے ہیں ان کے نُقوش ہمیں شاعروں کے اشعار، نعت خوانوں کے نغموں اور مِدحَت سراؤں کے قَصائد میں جابجا نظر آتے ہیں۔ حضرت عطار، رومی، سعدی، حافظ اور جامی (قدس سرہم) جیسے اہل دل نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اہلِ ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ ان بزرگوں کے اظہارِ تمنا کا انداز اتنا شیریں اور موثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچہ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اور کائنات کی ساری رعنائیاں راہِ حبیب کی تلخیوں کی نذر کر دی جائیں۔

اگرچہ ایسے جذبات ہر شاعر کے کلام میں جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے آستان حبیب تک پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ مگر حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طیبہ کی گلیوں میں جس انداز سے پہنچتے ہیں وہ اُن کے عشقِ مدینہ کے کمال کا مظہر ہے۔ کوئے حبیب کے ادب کے پیش نظر وہ قدموں کے بجائے سر و چشم بچھاتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ ***او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اَللّٰہُ اَکبَر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک ***حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جانِ نو ***یہ راہِ جاں فزا مرے مولیٰ کے در کی ہے

مدینہ پاک کی چڑیوں کا ادب: دَیارِ حبیب کے کتوں کو دل کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ امام احمد رضا شہرِ حبیب کی چڑیوں کو دعوت شوق پیش کرتے ہیں کہ صحرائے مدینہ کی چڑیوں آؤ میں تمہاری بلائیں لوں، تمہارے لئے اپنے جسم کا پنجرہ بناؤں، اس میں تمہارے بیٹھنے کے لئے اپنے دو نینوں کی جگہ بناؤں، تمہارے کھانے کے لئے اپنے کلیجے کا چوگا بنا کر حاضر کروں، اگر پانی مانگو تو آنسوؤں سے اپنی ہتھیلیاں بھر کر پیش کروں اور اگر تمہیں دھوپ کی شدت سے اذیت ہو تو تم پر اپنے بالوں کا سایہ کر دوں۔ سبحان اللہ بزبان ہندی شہرِ حبیب کی چڑیوں کی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔

میں بھارو چھنے من کا پنجرا بناؤں ***نین کی رکھ دیوں دوور کریاں

میں اپنے کرجوا کا چوگا بناؤں ***جو جل مانگو ورو بھر دیوں تلیاں

داھوماں تمکا جو گھامے ستاوے

عاشق اور پھر عشق حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کیا ہے اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قدرت نے کتنی فیاضی کے ساتھ یہ دولتِ عشق عطا فرمائی ہے۔

یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا

پاک مدینہ کی ہر شئے کا ادب: اعلیٰ حضرت کے ہاں خاکِ طیبہ (مدینہ منورہ کی پاک مٹی) صحرائے طیبہ، صبحِ طیبہ، باغِ طیبہ، ہوائے طیبہ، غرضیکہ سگانِ کوچۂ طیبہ (مدینہ کی گلی کے کتے) بھی محبوب ہیں۔

وہ ان چیزوں کو جنہیں کوچۂ حبیب (محبوبِ خدا ﷺ کی گلی) سے ذرا سی بھی نسبت (تعلق) ہے، دارا و سکندر (قدیم عظیم بادشاہوں) کی شہنشاہی (بادشاہت) اور جامِ جم (جمشید کا مشہور جام) کی جہانگیری (دنیا پر حکومت) سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

انہیں مدینہ کی گلیوں میں پھرنے والا فقیر، اُن کی گلیوں میں گداگری (بھیک مانگنا)، اُن گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا اور پھر بھیک (خیرات) لینے کے لیے آواز لگانا دنیا کی ساری راحتوں اور عظمتوں سے خوش تر دکھائی دیتا ہے۔ انہیں اُس گلی کا گدا (سائل، بھکاری) ہونا باعثِ صد افتخار (سَو درجے فخر کا سبب) ہے۔

کوچہ طیبہ کی گدائی کی وجہ: اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں مدینہ پاک کی گلیاں نور سے معمور ہیں یہاں ابرِ رحمت گھر گھر پر برستا ہے، یہاں اَغنِیاء (مالدار) کو بھی پناہ ملتی ہے، یہاں نوری فرشتوں کی ٹولیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔

اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا *** اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

مدینہ پاک کی گلیوں میں نور کی خیرات بٹتی ہے جہاں سے چاند اور سورج اپنا اپنا حصہ لے کر ابھرتے ہیں اور فرمایا:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا *** صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس نورانی بارگاہ کا جاہ و جلال کسی بیان میں آسکتا ہے۔ وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو کوچہ مصطفی ﷺ کی کیفیتوں کو بیان کریں اور وہ بیان کہاں سے ملے جو اس عالی دربار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھے جاہ و جلال اور انتظام و اِنصرام (اہتمام) ملاحظہ ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر *** لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

وردیاں بولتے ہیں ہر کارے *** پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں *** دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ پاک کی گلیوں میں کتنی وَالِہِیَّت (خوشنودی) کے ساتھ پکارتے ہیں اور کس انداز سے گدایانِ کوئے یار کا نقشہ کھینچتے ہیں:

لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں *** کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

منگنا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی *** دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور پھر اُسی والہانہ انداز میں اسی عالی وقار گلی کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

کیوں تاجداروں دیکھی کبھی خواب میں یہ شے *** جو آج جھولیوں میں گدایان در کی ہے

جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے *** وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو! *** مکّہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

جس بحرِ سخا کے (سخاوت کے دریا) سامنے اعلیٰ حضرت بریلوی جھولی پھیلائے جاتے ہیں اسی رفتار کے ساتھ رحمت خداوندی کا پورا کارخانہ چلتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذِیشان گیا *** ساتھ ہی منشیءِ رحمت کا قلمدان گیا

اس رحمتِ دوعالم ﷺ کے گدا گرداراؤجم کی سلطنتوں[13] کی کیاپرواکرتے ہیں:

تعالی اللہ استغناء ترے در کے گداؤں کا *** کہ ان کو عار فروشوکت صاحبِ قرآنی ہے

صِلائے عام: بارگاہِ رسالت مآب ﷺ مایوس انسانیت (ناامید انسانوں) کی تمناؤں کو بر لانے (پورا کرنے) کا مقام ہے۔ یہاں حوادثِ زمانہ (زمانے کے حادثات و مصائب) کے روندے ہوئے (کچلے ہوئے)، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان ہاتھ پھیلائے پہنچتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی ان بددل (حوصلہ ہارے ہوئے) لوگوں کو اور مایوس انسان کو امیدِ بخشش (مغفرت کی امید) دلا دلا کر بلند حوصلہ بنا دیتے ہیں اور انہیں دلاسہ (تسلی) دیتے ہیں کہ تم جس گلی میں آپہنچے ہو وہاں "نہ" نہیں۔ اس کے لیے ہمت کر کے دامنِ رحمت تھام لو! اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو (کامیاب، باعزت) رہو گے۔

ان کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے *** ناتوانو کچھ تو ہمت کیجئے

ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر *** بے نواؤ فکر ثروت کیجئے

سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ *** خم ذرا فرقِ ارادت کیجئے

درِ رسول ﷺ: عاشقِ صادق کا عقیدہ یہ ہے کہ آقا ﷺ کی بعطائے الٰہی دولت کے مالک ہیں کائنات کے مالک اور خالی جھولیوں والے آپ کے در دولت سے دامن مراد بھر بھر کر نکلتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ دیارِ رسول ﷺ کے اُن منگتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مدینہ الرسول ﷺ کے ہمیشہ پھلتے پھولتے رہنے کی کس بے تابی سے دعا مانگتے ہیں ملاحظہ ہوں:

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے *** غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمتوں کا جائزہ: بیت اللہ کی عظمت و شہامت سے کسی کا انکار ہو سکتا ہے؟ یہ کائنات ارضی کا نقطۂ آغاز ہے، یہ انسانیت کا آخری سہارا ہے، یہاں گنہگار بخشے جاتے ہیں اور نیک درجہ کمال کو پہنچتے ہیں، یہاں رُکنِ شامی، شامِ غربت کی وِحشت کو مٹا دیتا ہے۔ آبِ زم زم پر ہجوم ہے، میزاب کی رِفعَتْ رحمتِ خداوندی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کا جس انداز سے موازنہ کرتے ہیں وہ آپ کے ادب کا ترجمان ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو *** کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت *** اب مدینے کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں *** آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اَسوَد *** خاک بوسیِّ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا *** یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

افضلیتِ مدینہ منورہ پر مکتبہ عشق کا فتوی:

طیبہ نہ سہی افضل مکّہ ہی بڑا زاہد *** ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

---

[13] **دارا:** قدیم ایران کا مشہور بادشاہ، عموماً دارا اوّل یا دارا سوم مراد ہوتا ہے۔ جم: جمشید، اساطیری ایرانی بادشاہ جسے عظیم شان و شوکت کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ (س رضا)

ادبِ خاکِ مدینہ: خاک طیبہ کی عظمت و توقیر اعلیٰ حضرت بریلوی کا جزوِ ایمان ہے وہ اس خاکِ راہ کو ہر صورت قبلہ ایمان خیال کرتے ہیں جو قدمِ مصطفیٰ ﷺ سے ایک بار مَس ہوئی اور وہ اس سلسلہ میں نہ کسی حضرتِ ناصح کی نصیحت کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی فتوی سے ڈرتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم ***اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمار

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے ***سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

خار مدینہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو دشتِ طیبہ کے خار دنیا بھر کے گلزار سے ہزار بار خوشتر دکھائی دیتے ہیں:

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں ***دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے ***آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

مدینہ کی ہر چیز محبوب: خاکِ پائے حضور (حضور ﷺ کے قدموں کی مٹی) خارِ دشتِ طیبہ (مدینہ منورہ کے صحرا کا کانٹا) سگانِ کوچۂ حبیب ﷺ (محبوبِ خدا ﷺ کی گلی کے کتے) کو کوئے یار (محبوب کی گلی) کی ہر چیز سے محبت ہے۔ وہ ہر چیز سے عشق رکھتے ہیں، وہ ہر چیز پر دل و جان فدا کرتے ہیں اور حضور کی فیاضیاں (سخاوتیں، عنایات) ظاہر بَیّن (بالکل واضح) آنکھوں سے ہمیشہ بو جھل (بھاری، دیکھنے سے قاصر) رہیں۔

ظاہر بَیّن آنکھ نیک و بد کے امتیاز (اچھے اور برے میں فرق) میں کھوئی رہی، مگر چشمِ بصیرت (باطنی آنکھ) نے بلکہ دیدۂ محبت (عشق بھری نگاہ) نے درِ جاناں (محبوب کے دروازے) کی وہ عظمتیں دیکھیں جس پر عرشِ اعظم بھی رشک کرتا ہے۔

ان گلیوں میں کرم کی گھٹائیں (مہربانی کے بادل) چھائی ہوئی ہیں، بخشش کے بادل برس رہے ہیں، رحمت کے چشمے اُبل رہے ہیں اور سخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ یہاں ہر ایک اپنا دامنِ مراد (آرزوؤں کا دامن) بھرتا جاتا ہے اور کسی کو "نہیں" کی آواز نہیں آتی۔

اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خان بریلوی) اپنے قلم سے اس دربارِ گوہر بار (موتی برسانے والا دربار) کی بخشش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا ***نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ***تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا ***اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان ***صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال ***جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع ***جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

محقق علی الاطلاق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "جذب القلوب" میں اسی قسم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خاك طيبه ازدو عالم خوش تر است ای خنک شهری که آنجا دلبر است [14]

آدابِ سگانِ مدینہ: حدائق بخشش میں متعدد مقامات پر سگانِ طیبہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار متعدد انداز میں کیا ہے مثلاً:

---

[14]) ترجمہ: مدینۂ طیبہ کی خاک دونوں جہانوں سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ مبارک اور ٹھنڈا وہ شہر ہے جہاں میرا محبوب (ﷺ) جلوہ فرما ہے۔ (س رضا)
(اسرارِ خودی از علامہ اقبال قادری، بخش 5- دربیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد)

دل کے ٹکڑے نذرِ حاضر لائے ہیں *** اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم

ادبِ زائرِ مدینہ طیبہ: جب کوئی شخص حج کر کے امام احمد رضا کی خدمت میں آتا تو آپ اُس سے سب سے پہلا سوال یہ کرتے کہ آیا حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر بھی حاضری دی تھی۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو آپ فوراً اس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر آپ اس کی طرف مطلق توجہ ہی نہ فرماتے۔

آنکھوں دیکھا حال: پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ایک اور واقعہ جس نے میرے قلب پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شخص بریلی میں حج ادا کر کے اور نبی کریم ﷺ کے دَیار کی زیارت کے بعد واپس لوٹتا تھا تو امام احمد رضا خان اپنی عظمت، عظمتِ کردار اور اعلیٰ منصبی کے باوجود اس کے پاس جاتے تھے اور اُس کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے اس لئے کہ اُس کے قدموں نے اس دیار کے ذروں کو بوسہ دیا تھا۔ (معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء)

فتاویٰ رضویہ: نام کے لحاظ سے تو یہ فقہ کا ایک تحقیقی مجموعہ ہے۔ لیکن اس میں بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عشق و ادب کا دامن نہیں چھوڑا۔ اگر آپ مجموعۂ فتاویٰ کے عنوان پر غور کریں تو اس میں بھی عالم ما کان و یکون (یعنی جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے؛ یعنی تمام کائنات) کے سیدِ انس و جاں ﷺ (انسانوں اور جانوں کے سردار ﷺ) کی محبت میں سرشاری (محبت کی کیفیت سے لبریز ہونا) کا جذبہ کارفرما ہے: " اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃُ فِی الْفَتَاوَی الرَّضَوِیَّۃِ "یعنی رضا کے تاجدارِ نبوت ﷺ کی بخشش و عطاء کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ رضویہ میں علم و فن کے جواہر پارے (قیمتی موتی)، بے مثال تحقیقات (گہری علمی جانچ)، اور لازوال تشریحات (ہمیشہ باقی رہنے والی توضیحات) کے جو گوہرِ نایاب (نادر موتی) تم پاؤ گے۔ تو یہ سب فیضان ہے سیدِ عالم ﷺ کی نگاہِ کرم کا۔ جزئیاتِ فقہیہ (فقہ کے باریک مسائل) میں مسائل کے رُخ کو عشق و ادب کی طرف موڑنے کی کوشش فرمائی ہے، بلکہ اسلافِ صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے کسی قول میں ادب و عشق کا سُقُم (کمزوری، خلل) پایا ہے تو بھی ادب کے طریق پر اس سُقُم (غلطی) کو دور فرمایا اور اس عنوان کو تَطَفُّل[15] سے تعبیر فرمایا۔ یہ بھی امامِ اہلِ سنت کے ادب کا ایک بہترین انداز ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ بعض مختصر سی بحث فقیر نے رسالہ "امام احمد رضا اور فقہائے سلف سے اختلاف" میں تحریر کی ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے معارفِ رضا کراچی و دیگر رسائل میں شائع ہوا۔ ہاں معاصرین سے جس میں بھی کچھ کوتاہی دیکھی تو اس کو غلطی کا احساس دلایا یا اس کے انکار پر اس کے خلاف مستقل تصنیف لکھ کر شائع فرمائی۔ اس موضوع پر درجنوں تصانیف موجود ہیں فقیر یہاں چند نمونے فتاوی رضویہ سے ہے، وہ عرض کرتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے کس طرح ادب و عشق کا ثبوت دیا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک فتوی ہے جس کا عنوان "النور والنورق" ہے اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آب زم زم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ ایک مقدس پانی ہے۔ یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین

---

[15]) کسی موضوع یا بحث میں اصل مقصد کے علاوہ ضمنی طور پر کسی بات کو ذکر کر دینا، خواہ وہ براہِ راست ضروری نہ ہو لیکن مناسبت رکھتی ہو۔ علماء جب کہتے ہیں کہ: "یہ بات بطورِ تطفّل ذکر کی گئی" تو اس کا مطلب ہوتا ہے: یہ اصل موضوع نہیں تھا مگر مناسبت کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا۔ (س رضا)

اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے۔ کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آب زم زم سے بلکہ آب کوثر سے بھی افضل ہے۔اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے جو بارہا، براہ اعجاز حضور اکرم، سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم و کوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب۔[16] (فتاوی رضویہ، جلد اول، صفحہ ۴۴۲)

غور فرمایئے کیا عجب انداز ہے۔ حرف حرف عشقِ مصطفی ﷺ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور آخر جملہ کہ وہ کہاں نصیب میں جو حسرت کی دنیا پنہاں (پوشیدہ) ہے اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

اُس مبارک پانی کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی انتہائی لطیف انداز میں نظم کیا ہے۔ایک جگہ فرماتے ہیں:

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ***ندیاں پنج آب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

ساقی کوثر ﷺ کی پانچوں انگلیوں کے لئے "پنج آب رحمت" کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔ سبحان اللہ

اپنے مشہور کلام سلام میں اس معجزے کو یوں بیان کیا ہے: نُور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں ***اُنگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک مقام پر یہ مسئلہ بیان کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے مانگنے سے منع فرمایا ہے۔اس پر اعتراض پیدا ہوا کہ خود سرکار ﷺ نے بار بار اپنے صحابہ کرام سے مختلف چیزیں طلب فرمائی ہیں اگر مانگنا ممنوع تھا تو خود آپ ﷺ نے اس پر عمل کیوں نہیں فرمایا؟

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔لوگوں کے لئے مانگنا واقعی منع ہے۔لیکن اگر آقا کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں تو یہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔کیوں؟اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔ اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں ہے، بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لینا ہے۔ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ کی ملک ہے۔اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ، هَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ [17]

یعنی میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب، آیت: ۶) **ترجمہ**: یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

یہ کیسی عمدہ تفسیر ہے، "جَزَى اللهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا" واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے تھا اسی لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہاں اسی قدر بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آقائے کونین ﷺ نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال کے بلکہ پوری کائنات کے مالک ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ***دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

---

[16] (فتاوی رضویہ، کتاب الطھارۃ، 241/3تا245، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

[17] (سنن ابن ماجہ، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص10، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی بحوالہ فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، 518/28تا522، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کو مالک کونین کہنے سے کوئی کوتاہ فہم (کم عقل) شرک کا فتوی نہ جڑ دے۔ واضح فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو بالذات مالک نہیں مانتے ذاتی ملکیت تو صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہے رسول اللہ ﷺ کو ہم اس بناء پر مالکِ عالم کہتے ہیں کہ اُن کو مالک الملک نے اس کائنات کا مالک بنایا ہے فرماتے ہیں:

ان کو تملیک ملیک الملک سے *** مالکِ عالم کہا پھر تجھ کو کیا

جب کائنات کے مالک آپ ﷺ ہیں تو ظاہر ہے کہ مُعْطِی (عطا کرنے والے) بھی آپ ﷺ ہیں اور جب کسی کو کوئی فیض ملتا ہے وہ آپ ﷺ کی عطا سے ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حقیقت کو کیسے زوردار الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

"ہر خیر، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت، دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روز اول سے لے کر آج تک، آج سے ابدالآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کو بانٹنے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد اول، صفحہ ۵۷۷)

لاوَربِّ العَرش جس کو جو ملا اُن سے ملا *** بٹتی ہے کونین میں نعمت رسولُ اللہ کی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ادب: رسول اللہ ﷺ سے بے پایاں عشق کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رسول اللہ ﷺ کا قُرب حاصل رہا اُن سے بھی محبت رکھی جائے اور اُن کا ادب واحترام ہر دم ملحوظ (پیش نظر) رکھا جائے۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحابہ کرام علیہ الرضوان سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان میں گرا ہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے تھے، خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔

چنانچہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ پر یہ جملہ کہہ دیا:

كَمَا تَوَهَّمَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ [18] یعنی جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔

صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سخت ناگوار گذرا فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَقُولُ هَذَا اللَّفْظُ بَعِيدٌ عَنِ الْأَدَبِ فَلْيُجْتَنَبْ [19] یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اس سے احتراز (پرہیز) کرنا چاہیے۔

یہ تَطَفُّل [20] کی ایک مثال ہے کہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے پایہ کے محدث و مجتہد سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کے عنہم کے حق میں تَوَہُّم کا اطلاق گوارا نہ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہر شے کا احترام: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تو خیر شان ہی بہت بڑی ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اُن بے جان چیزوں کا بھی ادب ضروری سمجھتے ہیں جو آقائے کونین ﷺ سے کسی طرح نسبت رکھتی ہوں۔

---

[18] (حاشية الطحطاوي على المراقى ، ص13 ، نور محمد كارخانه تجارت كراچى بحواله فتاوی رضویہ، کتاب الطھارۃ، 2/452تا455، رضافاؤنڈیشن لاھور)

[19] (فتاوی رضویہ، کتاب الطھارۃ، 2/452تا455، رضافاؤنڈیشن لاھور)

[20] کسی موضوع یا بحث میں اصل مقصد کے علاوہ ضمنی طور پر کسی بات کو ذکر کر دینا، خواہ وہ براہِ راست ضروری نہ ہو لیکن مناسبت رکھتی ہو۔ علماء جب کہتے ہیں کہ: "یہ بات بطورِ تطفّل ذکر کی گئی" تو اس کا مطلب ہوتا ہے: یہ اصل موضوع نہیں تھا مگر مناسبت کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا۔ (س رضا)

چنانچہ لکھتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا آپ ﷺ کا عصا مطہرہ تبرک کے لئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا اُن کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔[21]

مؤخر الذکر جملہ عشق و مستی کے کیسے گہرے سمندر اپنے کوزے میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ بیان تو فرما رہے ہیں پانی کی جزئیات لیکن عشق وادب کے دَھنی (پیکر) نے ان کا رُخ عشق وادب کی طرف ایسے پیارے رنگ وادا سے موڑا کہ خود جزئیات حیران ہو نگی کہ ہمیں عرصہ دراز تک کسی نے نہ بتایا کہ ہمارا حقیقی راستہ کدھر ہے بریلی کے اس عاشق کو ایسی جزئیات دعائیں دیتی ہو نگی کہ انہیں کسی محبوب سمت کی طرف لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

علمائے کرام کا ادب: امام احمد رضا قدس سرہ خود عالم دین تھے لیکن علماء کا ادب کرتے تھے اور ان کی ہمیشہ قدر کرتے اور ان کا نام بڑی عزت سے لیتے حضرت مولانا عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے مشہور تھا کہ وہ جس ویرانہ میں قیام فرماتے تو وہ ویرانہ پر رونق شہر کی شکل اختیار کر جاتا۔ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے مبالغہ پر محمول کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے انہیں دلیل دے کر سمجھایا کہ نہیں دیکھتے ہو جب مولانا عبد القادر بدایونی بریلی میں تشریف لاتے ہیں تو شہر کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے لوگ گرد و نواح سے زیارت کے لئے چلے آتے ہیں۔

جب شاہ صاحب تشریف لے جاتے ہیں تو چہل پہل ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک کوئی ایسا دن نہ گزرا علمائے اہل سنت و دیگر زعماء میں سے کوئی نہ کوئی اعلیٰ حضرت کا مہمان نہ ہوتا ہو۔ آپ ان کی دلداری اور تواضع میں عزت اور فخر محسوس کرتے۔

آدابِ قبلہ: مسجد کے ہر درجہ (حصہ، منزل) میں وسطی در (درمیانی دروازہ) سے داخل ہوا کرتے، اگرچہ آس پاس کے دروں (دروازوں) سے داخل ہونے کی سہولت ہی کیوں نہ ہو۔

نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجدِ شریف ہی میں بحالتِ خرام (آہستہ آہستہ چلتے ہوئے) شمالاً جنوباً پڑھا کرتے، مگر منتہائے کار (آخر کار، انجام عمل) فرشِ مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو (قبلہ کی طرف منہ کرکے) ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے (پیٹھ پھیرتے ہوئے) کسی نے نہ دیکھا۔

مزار کا بوسہ اور طواف: مزار کے طواف اور بوسہ کے ضمن میں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تعظیماً کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص خانہ کعبہ ہے۔

احترام مساجد: ایک مرتبہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحالتِ اعتکاف (اعتکاف کی حالت میں) اپنی مسجد میں مُقیم تھے۔ شب کا وقت، جاڑے (سردی) کا موسم، اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ حضرت کو نمازِ عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی۔ پانی تو موجود تھا مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف (موٹی گرم اوڑھنی) اور گدے (بستر) کی چار تہہ (پرتیں) کر کے وضو کیا اور قطرہ تک فرشِ مسجد پر نہ گرنے دیا، اور بغیر رضائی (گرم اوڑھنے کی چادر) اور گدے کے پوری رات جاڑوں (سخت سردی) میں، اور اس پر باد و باراں (ہوا اور بارش) کے طوفان کے باوجود، یونہی جاگ کر گزار دی۔

---

[21] (فتاوی رضویہ، کتاب الطھارۃ، 2/595تا602، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

کیااحترام مسجد کاایساعامل شخص اس زمانے میں بھی کوئی دیکھنے میں آتاہے۔إِلَّا مَا شَاءَ الله ورنہ عام طور پر تو یہی دیکھنے میں آتاہے کہ مدارسِ عربیہ کے اساتذہ وطلبہ تک بھاگ کر جماعت کے ساتھ ملنے کے لئے وضو کے اعضاء کو پونچھے بغیر فرشِ مسجد پر بھاگتے ہیں۔اس طرح صُفوفِ مسجد خوب گیلی ہوتی ہیں اور وضو کے قطرات گرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے کاش لوگ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔

مسجد میں لاٹھی کی آواز: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃاللہ تعالی علیہ جامع مسجد دہلی میں تشریف فرماتھے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی ہاتھ میں چھڑی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے کھڑے کھڑے اپنی چھڑی مسجد میں پھینک دی جس سے قدرے آواز پیدا ہوئی۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃاللہ تعالی علیہ نے فوراً اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا بڑے صاحب مسجد میں اس طرح لاٹھی پھینکنا بے ادبی ہے لہذا آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔اس پر وہ سخت نادم ہوئے اور توبہ کی اس سے طلباء بے حد متاثر ہوئے اور معذرت کی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یہ تادیب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی تادیب کا عملی نمونہ ہے، جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ کے مطابق آپ نے طائف کے ایک شخص کو مسجد نبوی شریف ﷺ میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر کی تھی۔[22] (بحوالہ بخاری شریف)

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا: مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا جائز نہیں ہاں ایسا تیل جلایا جائے گا جس میں بدبو نہ ہو مثلاً: کڑوا تیل اعلیٰ حضرت رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کی قریبی مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین کے اندر کڑوا تیل جلایا۔ اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت کا کمال احتیاط دیکھئے۔ حاجی صاحب سے فرمایا یہ لالٹین آپ نے یہاں کیسے جلادی۔ عرض کیا حضور اس میں مٹی کا تیل نہیں کڑوا تیل ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھے رہیے اور ہر شخص کو بتاتے رہے کہ اس میں وہ تیل نہیں جس کی ممانعت ہے ورنہ لالٹین دیکھ کر لوگ کہیں گے مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں پھر حضرت نے لالٹین باہر کرادی۔اسی لیے فتاویٰ رضویہ میں ایک موقع پر عوام کو احترام علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہ کرنے کے بعد امام احمد رضا خان بریلوی علماء کے لیے تحریر فرماتے ہیں:

"علماء کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیتِ صحیحہ (درست نیت) رکھتے ہوں، عوام کے سامنے ایسے افعال (کام) جن سے ان کا خیال پریشان ہو، نہ کریں، کہ اس میں دو فتنے (آزمائشیں) ہیں: جو معتقد (عقیدت رکھنے والے) نہیں، ان کا معترض (اعتراض کرنے والا) ہونا اور غیب کی بلا (ان دیکھی آفت) میں پڑنا، اور عالم کے فیض (روحانی نفع) سے محروم رہنا، اور جو معتقد ہیں، ان کا ایسے افعال کو دستاویز (حجت) بنا کر بے علم نَفْسِیت (اپنی طرف سے) خود مرتکب ہونا۔[23]" (امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات، صفحہ نمبر ۷۹)

بڑوں کا ادب: اسلام میں بڑوں کے ادب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔اسی لئے مشہور ہے: "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔"

حدیث شریف میں ہے کہ، لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا[24]

یعنی جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں۔

---

[22]) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، أبواب استقبال القبلة، باب رفع الصوت في المساجد، 1/ 179، الحديث458،دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[23]) (فتاوی رضویہ، کتاب الصلوٰۃ، باب احکام المسجد، احکام مسجد کا بیان، 95/8تا99، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

[24]) (مسند الإمام أحمد، باقي مسند الأنصار، حديث عبادة بن الصامت رضي الله عنه 5/ 323 ، حديث 22249، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں بزرگ مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور کھانا بھی خود کھلاتے۔امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں گزرا کہ آپ نے بڑوں کا ادب نہ کیا ہو یا اُن کے ادب سے جی چرایا ہو اپنے بڑوں کی بہت زیادہ عزت واحترام کرتے تھے۔

شریعت کا ادب سیدھے ہاتھ سے دو اور لو: امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتے اور وہ اپنا بایاں ہاتھ آگے کرتا تو آپ فوراً اپنے دست مبارک کو روک لیتے اور فرماتے کہ دائیں ہاتھ میں لو، کیونکہ بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔

وعلیکم السلام کہو: امام احمد رضا قدس سرہ کے بچپن کے زمانے میں ایک مولوی صاحب بچوں کو آکر پڑھایا کرتے تھے۔ایک دن بچوں نے مولوی صاحب کو سلام کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ جیتے رہو یہ سن کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو خود بھی اس وقت بچے تھے کہا مولوی صاحب یہ آپ نے سلام کا صحیح جواب نہیں دیا۔آپ کو جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔مولوی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

کتاب کا ادب: فقہائے کرام لکھتے ہیں: بلا ضرورت کتاب وغیرہ پر قلم دوات، قلمدان رکھنا ممنوع ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

الظَّاهِرُ أَنَّ ذَلِكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الْوَضْعِ [25] یعنی ظاہر یہ ہے کہ لکھنے کے لئے کتاب رکھنے کی اجازت اس وقت ہو گی جب ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے "شامی حاشیہ جدُّ الممتار" میں اسی جگہ پر کہا کہ،

"مَا هِيَ هٰذَا مَوْضِعُ السَّتَنْظَهَارِ يَلْ هُوَ الْمِتِينُ قَطْعًا"[26]

یعنی یہ استظہار (ظاہر کہنے) کا موقع ہی نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر ہے یعنی ضرورت کے وقت رکھنا اور بلا ضرورت نہ رکھنا۔

فقیر نے نمونے کے طور پر چند آداب عرض کئے ہیں ورنہ الحمد للہ ہر موضوع پر بحثِ مستقل تصنیف چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو دولتِ ادب سے نوازے کیونکہ: "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب ہوتا ہے۔"

فَقَطْ وَالسَّلَامُ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۴ شوال ۱۴۱۹ھ

بہاولپور۔پاکستان

---

[25] (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، سنن الغسل، 1/ 177 ، دار الكتب العلمية)

[26] (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، سنن الغسل، 1/ 177 ، دار الكتب العلمية)